مکاتیب آزاد مرتبہ مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی ایک جائزہ

Makteeb e Aazad Compiled by Murtza Hussain Lakhnavi: An overview

Atta ur Rehman Meo
Associate Professor Urdu, Lahore Garrison University, Lahore.

KEYWORDS

Researcher
Decoration
Relations
Intense
Bitter

DATES

Received	12-04-2022
Accepted	10-05-2022
Published	20-06-2022

QR CODE

ABSTRACT

Mulana Muhammad Azad Hussain is the multi-dimensional personality of Urdu literature, whose diverse writing captivate readers fascinating colours of his writings and their fragrance permeate the hearts and minds of the literary lovers. Mulana Azad's 25 books are a valuable asset of Urdu literature. If Azad had not written anything else, the "ABE HAYAT" alone would have been enough to give him eternal life. Syed Murtaza Hussain Fazil Lakhnavi's specialty is that, he compiled Azad's letters and opened the different aspects of Azad's private and social life for the readers. The 136 letters in the book not only provide rare information about Azad but also the details of Azad's relations and differences with his contemporaries. Azad has also explained journalistic codes and etiquette. This article seeks to understand about Azad's life.

*DOI:*https://doi.org/10.54064/negotiations.v2i2.51

اردو ادب کی یہ خوش قسمتی ہے کہ ابتدا ہی سے اچھے، محنتی، نثار، شاعر، ادیب، صحافی، محقق، مدون، مکتوب نگار، مترجم، مورّخ، مئولف، ناشر کتب اور دیگر صلاحیتوں کے حامل جید اور ثقہ حضرات نے اس کی آرائش وزیبائش کا اہتمام کیے رکھا۔ انھیں کی شبانہ روز کاوشوں کی بدولت اردو ادب کے حسن وجمال کی تابانی اغیار کی آنکھیں بھی چندھیانے لگی۔ وہ اردو ادب کی چمک دمک سے اس قدر متاثر ہوئے کہ نہ صرف اس کے آرائش گیسو کے دلدادہ بن کر اس کی ثروت میں اضافہ کرنے لگے بلکہ بہت سے مستشرقین تو اردو میں شعر کہنے میں طاق نظر آئے۔ یہاں تک کہ انھوں نے

ہندوستان کے مقامی ادیبوں کی کمر ٹھونکی اور انجمن پنجاب کے پلیٹ فارم سے موضوعاتی شاعری پر مبنی مشاعروں کی طرح ڈالی۔ مولانا محمد حسین آزاد اس کے سر خیل بنے، آزاد نے آزاد نظم کے موضوع پر مختلف لیکچرز دیے جو انجمن قصور کے رسالہ [1] کی زینت بنے۔ [2] آزاد نے درسی نصابی کتب تحریر کیں، امتحانی پرچہ جات مرتب کیے، ممتحن کے فرائض ادا کیے۔ انہیں دوران ملازمت مختلف نشیب و فراز کا سامنا رہا۔ افسران کی مخالفت بھی برداشت کرنا پڑی۔ اپنوں کے تند و تلخ جملے بھی سننے پڑے۔ اپنے پیاروں کی موت کا صدمہ بھی سہنا پڑا، دماغی توازن بھی کھونا پڑا لیکن ان تمام نامساعد حالات کے باوجود وہ اردو ادب کو پچیس سے زائد کتب کا انمول تحفہ دے گئے، جو آج بھی انھیں حیات جاوداں بخشے ہوئے ہے۔ یہاں محمد حسین آزاد کی کتابوں کی تفصیل دینا بے محل نہ ہو گا:

---

[1] جولائی 1873ء میں قصور میں مدرسہ برینڈرتھ کا قیام عمل میں آیا۔ اس کی اطمینان بخش کارکردگی کی بنا پر مدارس میں توسیع کی گئی اور اہلِ قصور کی مشاورت سے " مجلس تعلیم "کا نام "انجمن مفید عام " قرار دیا گیا۔ یوں 6/ جولائی 1874ء کو انجمن مفید عام قصور کا قیام عمل میں آیا اور انجمن کی ترجمانی اور اغراض و مقاصد کی ترویج کے لیے " رسالہ "انجمن قصور کے اجرا کا فیصلہ کیا گیا۔ اگست 1874ء میں "رسالہ" نے صحافتی دنیا میں قدم رکھا۔ رسالہ کے اغراض و مقاصد درج ذیل تھے:

ا۔ دیسی زبان کو فروغ دینا

ب۔ علوم قدیم و جدید کی اشاعت

ج۔ صنعت و حرفت کی تعلیم کو فروغ دینا

د۔ اخلاقی مضامین کے ذریعے مذموم رسومات کے خاتمہ کی سعی کرنا

م۔ زراعت کے فروغ کے لیے حکومتی توجہ مبذول کروانا

(بحوالہ رپورٹ ہفت سالہ، بابت سال 1874ء، رسالہ انجمن قصور، جلد 8، شمارہ 1، بابت جنوری 1881ء ص:23)

[2] مولانا محمد حسین آزاد کے جو مضامین "رسالہ "انجمن قصور میں شائع ہوئے، ان کی تفصیل یہ ہے:

- نظم اردو کی تاریخ۔ نومبر 1874ء
- بقیہ۔ دسمبر 1874ء
- اردو زبان کا دلچسپ بیان۔ مئی 1875ء، اگست 1875ء، ستمبر 1875ء
- سکندر اعظم کے سفر ہندوستان کا بیان۔ اکتوبر 1875ء
- بقیہ مضمون زبان اردو۔ نومبر 1875ء، دسمبر 1875ء
- اسلاف ہند کے طور طریقے۔ فروری 1876ء، اپریل 1876ء
- عبدالرحیم خان خاناں، عجیب تذکرہ سلاطین بطور تاریخ۔ مئی 1876ء، جولائی 1876ء
- شہرت عام اور بقائے دوام کا دربار (نیرنگ خیال)۔ جولائی 1876ء
- راجہ بیربر کے واقعات اور لطائف۔ اگست 1876ء
- نیرنگ خیال۔ جون 1877ء

(بحوالہ "انجمن مفید عام قصور کی علمی و ادبی خدمات"، عطاالرحمن، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن 1997ء ص 146-145)

۱۔ دربار اکبری	۲۔ آب حیات	۳۔ سخندان فارس
۴۔ نگارستان فارس	۵۔ نیرنگ خیال	۶۔ نظم آزاد
۷۔ خمکدۂ آزاد	۸۔ سیر ایران	۹۔ کائنات عرب
۱۰۔ فلسفہء الٰہیات	۱۱۔ سپاک و نماک	۱۲۔ نصیحت کا کرن پھول
۱۳۔ اردو ریڈریں (۵) حصے	۱۴۔ جانورستان	۱۵۔ جامع القواعد
۱۶۔ قصص ہند	۱۷۔ شہزادہ ابراہیم	۱۸۔ حکایات آزاد
۱۹۔ دیوان ذوق	۲۰۔ قند پارسی	۲۱۔ قواعد اردو
۲۲۔ مکتوبات اردو	۲۳۔ رسالہ سائنس	۲۴۔ مقالات آزاد (جلد اوّل)
۲۵۔ مکاتیبِ آزاد		

یہ وہ فہرست ہے جو ان کے مسودات مجتمع ہو کر کتابی صورت میں ڈھل گئے وگرنہ ان کے بہت سے قیمتی مسودات بستوں میں بندھے ہوئے اپنے اظہار کی راہ تکتے تکتے اپنی عمر طبیعی تمام کر چکے ہیں۔ جس کا اندازہ ڈاکٹر سلمان باقر (نبیرۂ آزاد) کے اس جملے سے لگایا جا سکتا ہے کہ مولوی محمد حسین آزاد کے مسودات اور انجمن قصور کے "رسالہ" کے شمارے اور دیگر نوادرات ایک صندوق میں مقفل ہیں جنھیں خاندانی مجبوریوں کے تحت دکھانا ممکن نہیں۔[3] آزاد کی مذکورہ تصانیف میں سے بیشتر نصابی ضروریات اور علمی و ادبی ضروریات کے پیش نظر اشاعت پذیر ہوئیں، جو انگریز افسران کی اعانت کے بغیر ممکن نہ تھیں۔ آزادؔ چونکہ اپنے عہد کے نابغہ تھے اور اپنے علم و فضل میں مہارت کی بنا پر شمس العلما کا خطاب پا چکے تھے، اسی بنا پر انگریز افسران ان کے قدر دان تھے۔ مولانا آزادؔ کی تصانیف کی اشاعت کے بارے میں جالب دہلوی لکھتے ہیں:

> " خدا بھلا کرے ڈاکٹر لائٹنر، کرنیل ہالرائیڈ وغیرہ نیک نہاد و شریف نواز افسران سر رشتہ تعلیم پنجاب کا، جنھوں نے قصص ہند حصہ دوم، نیرنگ خیال، جامع القواعد اور مثنویات بھی مولانا آزاد سے لکھوا کر چھپوالیں اور آب حیات کی تالیف و اشاعت میں بالواسطہ سہارا دیا اور دربار اکبری کی تیاری کا سامان پیدا کیا۔ ورنہ اگر مولانا کی دوسری تصانیف کی طرح کہیں ان کتابوں کا نکلنا بھی اہل ملک کی اعانت پر منحصر ہوتا تو شاید دہلی و لاہور کے باہر کوئی آزاد کا نام بھی نہ جانتا اور دوسری کثیر التعداد مثالوں کی طرح اس کا سرکاری خطاب "شمس العلما" بھی محض مقامی وقعت رکھتا اور اُن کے مسودات جھینگروں اور دیمک کی خوراک بننے کے سوا کسی کام نہ آتے "[4]

سید جالبؔ دہلوی کی یہ بات حق بجانب ہے کہ جب تک مسودات اشاعتی مراحل سے گزر کر بازار میں نہیں آتے، قارئین کے ہاتھوں میں نہیں پہنچتے، ان کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ ہر صاحب علم اپنی فہم و فراست کی کسوٹی پر اشاعتی مواد کو جانچتا ہے، پرکھتا ہے، داخلی و خارجی

---

[3] راقم الحروف نے جولائی 1993ء میں اپنے ایک مہربان دوست خالد شاہ ساکن قصور کے ہمراہ ڈاکٹر سلمان باقر سے ملاقات کر کے انجمن قصور کے "رسالہ" کے شمارے دیکھنے کی درخواست کی تھی۔ جس کے جواب میں انھوں نے یہ جملہ کہا تھا اور ہمیں بے نیل مرام لوٹنا پڑا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ راقم الحروف نے اسے چیلنج سمجھتے ہوئے مختلف کتب خانوں میں تلاش جاری رکھی اور اللہ سبحانہ تعالیٰ نے کامیابی عطا کی۔

[4] سید جالب دہلوی، دیباچہ **مکاتیب آزاد**، مرتبہ: **سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی** (لاہور: مجلس ترقی ادب، 1966ء)، 13۔

شواہد کا تحقیقی و تدوینی اصولوں کی روشنی میں جائزہ لیتا ہے؛تب کہیں جا کر اس کے بارے میں حتمی رائے قائم کرتا ہے۔ آزادؔ کی یہ خوش قسمتی ہے کہ ان کے بہت سے مسودات ان کی زندگی ہی میں اشاعتی مدارج طے کر کے قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ گئے۔ ان کی خوب پذیرائی ہوئی۔ کچھ تسامحات کی نشاندہی بھی کی گئی، جن کی درستی کا اہتمام کیا گیا۔ تصنیف و تالیف میں کوئی بات حتمی نہیں ہوتی، ہر گزرتے لمحے کے ساتھ حک و اضافے کی گنجائش موجود رہتی ہے۔ مکاتیب غالب کی مثال سامنے ہے۔ ڈاکٹر خلیق انجم کے مرتب کردہ غالب کے خطوط کی تعداد 873 ہے۔ جو 94 شخصیات کے نام لکھے گئے ہیں۔[5] اسی طرح مخزن لاہور میں محمد حسین آزاد کے کچھ خطوط اپریل 1906 سے نومبر 1906 کے عرصہ میں شائع ہوئے۔[6] یہ خطوط منیجر سید حسن بلگرامی کے نام ہیں۔ سید جالب دہلوی لکھتے ہیں:

"مولوی محمد حسین آزاد عربی۔ فارسی میں اعلےٰ دستگاہ رکھتے تھے۔ فن شاعری میں ذوقؔ مرحوم کے شاگرد رشید تھے۔ اردو لٹریچر (نثر و نظم) میں ایک نئی روح پھونک دینا انہی کا کام تھا۔ بیسیوں کتابیں ان کی تصنیف و تالیف سے گھر گھر پھیل رہی ہیں۔ مثلاً (دربار اکبری، قند پارسی، سخندان فارس، نیرنگ ء خیال، قصص ہند، جامع القواعد وغیرہ وغیرہ) ان کے کارہائے نمایاں کے عوض جشن جوبلی میں اُن کو شمس العلما کا خطاب ملا تھا۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں فارسی عربی کے پروفیسر رہے ہیں۔ آپ 10 / ماہ ذوالحجہ 1245 ھجری میں پیدا ہوئے اور 9 / محرم الحرام 1328 ھجری بوقت شب اس دار فانی سے جاودانی کو سدھارے"[7]

مولانا محمد حسین آزاد تو عالم فنا سے عالم بقا میں جا بسے۔ ان کی دیگر تصانیف کی طرح ان کے مرقومہ مکاتیب جو 1859ء سے 1892ء کے عرصہ میں معاصر شخصیات، احباب و تلامذہ کو لکھے گئے وہ مکاتیبی ادب میں گراں قدر حیثیت رکھتے ہیں۔ آزادؔ نے ان خطوط میں دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ ان مکاتیب کا مطالعہ قارئین پر آزاد کی نجی زندگی کے در وا کرتا ہے۔ یہ خطوط آزاد کی نفسیاتی اور روحانی زندگی کو سمجھنے کے لیے بنیادی استناد کا درجہ رکھتے ہیں۔ سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی[8] نے ان مکاتیب کی اہمیت کے پیش انھیں مرتب کرنے کا بیڑا اٹھایا اور ان کے مرتب کردہ "مکاتیب آزاد" پہلی مرتبہ نومبر 1966 میں شائع ہوئے۔ سید امتیاز علی تاج،[9] (ستارۂ امتیاز) نے مجلس ترقی ادب کے ناظم ہونے کے ناتے ان کی اشاعت میں خصوصی دلچسپی لی۔ مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی نے مرتب کردہ مکاتیب آزاد میں چالیس مکتوب الیہان کے خطوط شامل ہیں۔ جہاں

---

[5] **غالب کے خطوط، جلد اوّل، طبع سوم**، مرتبہ: خلیق انجم (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، 2008ء)، 96۔

[6] سید جالب دہلوی، **مکتوبات آزاد یعنی تاجدار اِقلیم اردو، شمس العلما مولوی محمد حسین آزادؔ دہلوی** (لاہور: مرغوب ایجنسی، 1907ء)، ا۔

[7] **ایضاً**، ب۔

[8] سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی یکم اگست 1923ء کو علمی گھرانے میں پیدا ہوئے والد کا نام سید سردار حسین نقوی المعروف بہ سید قاسم آغاز تھا۔ آپ اپنے علمی و تحقیقی کارناموں کی بدولت ادبی دنیا میں شہرت رکھتے ہیں۔ مختلف تحقیقی و علمی اداروں سے وابستہ رہے جن میں غالب اکیڈمی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، مجلس ترقی ادب اور دیگر معروف ادارے شامل ہیں۔ آپ نے 70 سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔ تحقیق و تدوین میں اعلیٰ مہارت رکھتے تھے۔ مجلس ترقی ادب لاہور سے ان کی بیشتر کتابیں شائع ہوئیں جن میں اردوئے معلے حصہ اول جلد اول، جلد جوم، اردو معلے حصہ دوم، کلیات فارسی جلد اول، کلیات غالب جلد دوم، کلیات نثر غالب جلد دوم، مکاتیب آزاد، انتخاب مراثی انیس، کلیات آتش حصہ اول ودوم۔ وغیرہ۔ wikipedia.org

[9] امتیاز علی تاج 13 / اکتوبر 1900 کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ والد سید ممتاز علی ایک بلند پایہ ادیب اور صحافی تھے۔ ان کی والدہ محمدی بیگم بھی اپنے وقت کی نامور ادیبہ تھیں۔ آپ نے ڈرامانگار کی حیثیت سے شہرت پائی۔ انار کلی ان کا یادگار ڈراما ہے۔ 19 / اپریل 1970 کو انتقال ہوا۔

ضرورت محسوس ہوئی، ان پر حواشی بھی لکھے ہیں جن سے ان خطوط کی اہمیت دوچند ہو گئی ہے۔ سب سے زیادہ خطوط لالہ دنی چند کے نام ہیں۔ جن کی تعداد 33 ہے۔ سید حسن بلگرامی کے نام لکھے گئے آزاد کے خطوط کی تعداد 31 ہے۔ 28 شخصیات کے نام ایک ایک خط ہے۔ تین کے نام دو دو خط ہیں۔ نواب حسین مرزا کے نام 3 خط، سید نذیر فراق کے نام چار خط جبکہ حکیم محمد دین کے نام سات خط لکھے گئے ہیں۔

کتاب میں شامل خطوط تین زبانوں میں لکھے گئے ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

بزبان فارسی:	۷ خطوط
بزبان انگریزی:	۱ خط
بزبان اردو:	۱۲۸ خطوط
کل تعداد مرتبہ خطوط:	۱۳۶ خطوط

مرتضیٰ حسین فاضل پیش لفظ میں لکھتے ہیں: "سر دست صرف ایک سو چھتیس تحریریں مہیا ہو سکی ہیں۔ ان میں سے ایک سو پچیس کے قریب خط اور رقعات ہیں، گیارہ کے قریب متفرقات، "آب حیات" اور "دربار اکبری" کے سلسلے میں سینکڑوں خط ناپید ہیں۔ علمی مراسلات میں سے ایک خط بھی نہیں ملتا۔ حالی، شیفتہ، مجروح، ذکاء اللہ، غلام رسول ویران، سرسید جیسے بزرگوں کے خط مولانا کے کاغذات میں موجود ہیں لیکن ان کے نام مولانا کے خط کیا ہوئے؟ کسے معلوم"[10]

سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی نے ان خطوط کو مرتب کرنے کے لیے درج ذیل مصادر سے استفادہ کیا۔ آغا محمد باقر نے ان کی بہت معاونت کی۔

۱۔ ذخیرہ مخطوطات آزاد مملوکہ جناب آغا محمد باقر صاحب
۲۔ "مکتوبات آزاد،" مرغوب بک ایجنسی، طبع دوم، 1906ء
۳۔ "مکتوبات آزاد"، طاہر بک ڈپو، طبع دوم، 1920ء
۴۔ "نقوش" مکاتیب نمبر، شمارہ: 65، ۶۶، نومبر، 1957ء
۵۔ "نقوش" لاہور نمبر، شمارہ: ۲۹، فروری، 1962ء
۶۔ "انیسویں صدی میں وسط ایشیا کا سفر"
۷۔ "تاریخ نظم ونثر اردو،" طبع جدید، مصنفہ آغا محمد باقر
۸۔ "داستان تاریخ اردو"، از حامد حسن قادری
۹۔ "سخندان پارس" طبع اوّل
10۔ "سخندان فارس" طبع سوم
۱۱۔ "ترجمہ سفر نامہ برنی" اردو

---

[10] محمد حسین آزاد، **مکاتیب آزاد، طبع اول، مرتبہ: سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی** (لاہور: مجلس ترقی ادب، 1966ء)، 14۔

12۔ "قاموس المشاہیر"، از نظامی بدایونی

13۔ "سوانح آزاد"

14۔ "تاریخ صحافت اردو" از امداد صابری

15۔ "محمد حسین آزاد۔ سوانح و تصانیف"، از ڈاکٹر اسلم فرخی، دو جلدیں، طبع کراچی، 1965ء

16۔ "مقالات مولانا محمد حسین آزاد" (جلد اوّل)، مجلس ترقی ادب، 1966ء[11]

فاضل مرتب نے بڑی محنت سے مختلف مصادر و ماخذ سے استفادہ کر کے حواشی و تعلیقات لکھے ہیں، جو نو آموز محققین اور ادب کے قارئین کے لیے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کے مطالعہ سے جہاں ہمیں مختلف شخصیات، اسفار، فارسی زبان و ادب، مخطوطات، اخبارات و جرائد، مکتوبات مولانا محمد حسین آزاد کی زندگی کے نامعلوم گوشوں، مولانا اور ڈاکٹر لائٹز کے درمیان ہونے والی تلخیوں، انجمن پنجاب کے مشاعروں، مولانا آزاد کے دیے گئے لیکچروں، مولانا کے مختلف رسائل و جرائد میں چھپنے والے مضامین، خط کتابت، مولانا کی بیٹی کے انتقال، مرزا غالب کی "برہان قاطع" کے رد میں لکھی گئی "قاطع برہان"، اس کے جواب میں لکھی گئی "محرق قاطع"، "ساطع برہان"، "موید برہان" کے بارے میں معلومات ملتی ہیں۔ علاوہ ازیں یہ حواشی و تعلیقات مولانا کی نجی زندگی اور انگریزوں سے تعلقات کو بھی واضح کرتے ہیں۔ رشتے ناتے، مالی معاملات، سیاسی و سماجی حالات، مغلوں کے بارے میں حقائق، سلطنت دکن، علم و ادب کی جستجو، کتابوں کی تلاش، آغا محمد ابراہیم کی تعلیم و تربیت اور دیگر پیش قیمت معلومات بھی مولانا سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی نے کھوج و جستجو کے بعد حواشی و تعلیقات کی شکل میں پیش کر دی ہیں۔ جس کے مطالعہ سے ہمیں اس عہد اور متقدمین کے بارے میں بہت کچھ جاننے کا موقع ملتا ہے۔

مرتضیٰ حسین فاضل نے "مکاتیب آزاد" کی ایک سو چھتیس تحریروں کا خلاصہ یوں بیان کیا ہے:

۱۔ مکاتیب آزاد میں ایک سو چھتیس تحریریں ہیں۔

۲۔ اس مجموعے کی ترتیب باعتبار تاریخ ہے۔

۳۔ اس مجموعے میں بہت سی نادر تحریریں اصل مسودوں سے مہیا کی گئی ہیں۔

۴۔ اس مجموعے میں مولانا آزاد کی زندگی و فکر اور نظریات سمجھنے کے لیے روشنی ملتی ہے۔

۵۔ آزاد کے بارے میں بعض غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا ہے۔

۶۔ آزاد کے سفر و مقاصد، حیات اور خدمت قوم و ملک، خلوص نیت اور استقلال طبع پر اس سے بہتر مواد ملنا مشکل ہے۔

مولانا فاضل اپنے عہد کے نامور ادیب، محقق، نقاد، مورخ، علمی، ادبی اور لسانی تحقیقات کے ماہر، ماہر غالبیات تھے۔ وہ فلسفی و محدث اور مفسر قرآن، نامور خطیب اور استاد تھے۔ ان کی مختلف موضوعات پر ایک سو پندرہ سے زائد کتب ان کی علم و ادب سے وابستگی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ سید شبیہ الحسن ان کے بارے میں لکھتے ہیں: "مولانا مرتضیٰ حسین نے مختلف شعبوں میں قلم اٹھایا اور اپنی جدت طبع سے ان شعبوں کو مالا مال کر دیا۔ اسلامی

---

[11] ایضاً، 20۔

موضوعات میں سے انہیں رجال، حدیث اور تفسیر سے خصوصی ارادت تھی۔ ادب میں آپ کلاسیکی شعر و ادب سے خاص انسیت رکھتے تھے اور غالب شناسی کے باب میں آپ کو اکمل سمجھا جاتا تھا اس کے ساتھ ساتھ آپ جدید علوم اور عصری تحاریک سے آگاہ تھے "[12]

تحقیق و تدوین کا ایک اہم اصول دستیاب متن کو منشائے مصنف کے مطابق ترتیب دینا ہے۔ اس متن میں اپنی طرف سے حک و اضافہ کرنا، تحریف کرنا مناسب نہیں۔ اس عمل سے منشائے مصنف کے مطابق متن کی بازیافت کے تقاضے پورے ہونے سے قاصر رہیں گے۔ اختلاف نسخ، ابہام یا دوسری تفصیلات حواشی میں درج کی جاسکتی ہیں۔ جو قاری کے لیے مفید ثابت ہوں اور متن کے بارے میں اضافی معلومات مل سکیں۔ مولانا مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی نے مکاتیب آزاد کی ترتیب و تہذیب میں منشائے مصنف کے اصولوں کی پاس داری کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "میں نے خطوط کو خود مولانا کی تحریروں سے مقابلہ کرکے دیکھا اور صحیح کیا ہے۔ یہی اس مجموعے کی خصوصیت ہے۔ اکثر خطوں میں تاریخ نہیں تھی، اس کے لیے پوری چھان بین کی اور تاریخ معین کرنے کی وجہ بھی لکھ دی ہے۔ اختلافات متن، اشارات، ابہام اشخاص کا تعارف یا اور بہت سی ضروری باتوں کے لیے حواشی میں تفصیل کے بجائے اختصار سے کام لیا ہے تاکہ ضخامت اور افادیت دونوں کے تقاضے ملحوظ رہیں "[13]

مولانا آزادؔ کے مکاتیب سنجیدگی، سلاست و سادگی، عصری شعور، زبان و بیان کے عمدہ نمونوں خصوصاً دہلی کی ٹکسالی زبان اور علمی و ادبی معلومات کا خزینہ ہیں، ان خطوط کے مطالعہ سے ایک طرف آزاد کی نجی زندگی کے مسائل، مشکلات، تردد و پریشانیوں کا پتا چلتا ہے تو دوسری طرف اپنے عہد کی معروف شخصیات سے ان کے تعلقات کی تفصیل بھی سامنے آتی ہے۔ یہ خطوط برجستہ گوئی کا عمدہ نمونہ ہیں۔ بے تکلفی کا بے ساختہ لب و لہجہ ان خطوط کو دلچسپ بناتا ہے۔ بعض خطوط تو غالب کے خطوط کا عکس دکھائی دیتے ہیں، جس میں مکتوب الیہ سے یوں مخاطب ہوتے ہیں گویا آمنے سامنے بیٹھ کر بالمشافہ محو گفتگو ہیں۔ کچھ نمونے ملاحظہ ہوں:

بنام میجر سید حسن بلگرامی:

- جناب من! تسلیم۔ آپ دیکھتے ہیں یہ علم کی چڑیل (پنجاب یونیورسٹی) تعلیم پنجاب کو ہضم کیے جاتی ہے۔ کالج کا بھی کلیجہ کھاچکی ہے، چند مہینے میں سن لیجئے گا، نگل گئی"

(ص:179، مکاتیب آزاد)

- میں جیسا تھا ویسا ہی ہوں، نہ ساون ہرا نہ بھادوں سوکھا۔

(ص:220، مکاتیب آزاد)

بنام لالہ دنی چند:

- "میرا حال پہلے سن لو، وہ یہ ہے کہ میں دلی میں تھا، جو صاحب نے مجھے شملے بلایا، خبر پہنچی کہ لاہور میں نہیں، فرمایا جب آئے تو ادھر چلا آئے"

(ص:145، مکاتیب آزاد)

---

[12] سید شبیہہ الحسن، **تعارف مولانا سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی** (لاہور: بزم فاضل، 1987ء)، 16۔

[13] محمد حسین آزاد، **مکاتیب آزاد، طبع اول، مرتبہ: سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی** (لاہور: مجلس ترقی ادب، 1966ء)، 19۔

o "اچھا لو، اب دنیاداروں کی رسمی باتیں تو ختم ہوئیں، اب میں اپنے ہتھکنڈوں پر آتا ہوں، میاں تم تو جگر انوں کے ارسطو ہو میں تم سے سبق پڑھنا چاہتا ہوں مگر قسمت سے موقع نہیں پاتا"

(ص:143، مکاتیب آزاد)

لالہ دنی چند نے خصوصی لگاؤ تھا۔ اسی بنا پر کچھ لوازمات سرانجام دینے کا بے تکلفانہ کہتے تھے:

۱۔ دو چوتہیاں جگر اؤں سے لے کر بھیجیے قیمت فی چوتھی پانچ پانچ روپے تک۔

۲۔ چادر جوڑا با حاشیہ۔

۳۔ ایک جبہ پشمینہ کشمیری کالا حاشیہ دار۔

(ص:144، مکاتیب آزاد)

o "ارے میاں! کیوں مجھے جلاتے ہو، بھلا میں اور ڈروں گا؟ مگر کیا کروں کہ میں جانتا ہوں تم، بلکہ اور کوئی بھی نہیں جانتا۔ وہاں کام حد سے گزر گیا ہے، اسی واسطے جی بیزار ہو گیا"

(ص:139، مکاتیب آزاد)

o "میاں میرے! تم تدبیروں کے رستم ہو؟ جو کوئی نہیں کرتا سو تم کر گزرتے ہو۔ قسمت تمہاری کچھ زبردست ہے، کچھ کمزور ہے"

(ص:111، مکاتیب آزاد)

مولانا محمد حسین کے والد اردو صحافت کے پہلے شہید صحافی ہیں۔ دہلی اردو اخبار کا پہلا نام اخبار دہلی تھا، 12 جولائی 1857 کو جلد 19، نمبر 28 سے اس کا نام بہادر شاہ ظفر کے حکم پر "اخبار الظفر" کر دیا گیا۔ محمد حسین آزاد نے صحافت کے رموز اپنے والد ماجد سے سیکھے۔ اسی بنا پر صحافتی امور پر آپ کی گہری نگاہ تھی۔ مکاتیب آزاد میں مکتوب نمبر ۳۱۱، جو "ادارۂ نور بصیرت" کو لکھا گیا ہے۔ آزادؔ نے ادارۂ نور بصیرت کو بڑے مفید مشورے دیے ہیں۔ ملاحظہ ہو: "مجھے مدت سے خیال تھا اور ہے کہ پنجاب میں ایک ایسا رسالہ جاری ہو، بلکہ افسوس کا مقام ہے کہ ہندوستان جیسا جس میں ایسے بہت سے رسائل ہونے چاہیں، ان میں اگر غور کرو تو ایک بھی نہیں۔ صرف کلکتے میں چند مہینے سے "نور بصیرت" نکلا ہے۔۔۔۔۔ ایسے رسالوں کے مضامین چاہییں کہ علمی خواہ تہذیبی خواہ انتظامی ہوں، مگر دلچسپ ہوں۔" (ص:234، مکاتیب آزاد)

آزاد آدارہ "نور بصیرت" کو رسالے کی بہتری کے لیے کچھ ضروری ہدایات بھی دیتے ہیں۔ یہ ہدایات آج بھی کارآمد ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

۱۔ کاتب ایسا فہمیدہ ہو کہ اشارات و علامات خود مرتب کر سکے۔

۲۔ فقروں کے خلاصوں کی سرخیاں صفحات کے دائیں بائیں ٹھیک لکھی جائیں۔

۳۔ مضمون کا عنوان صفحات کی پیشانی پر ہونا چاہیے۔

۴۔ الفاظ انگریزی وغیرہ معروف مقطعات با اعراب صحیح و درست ہوں۔

۵۔ انگریزی الفاظ کو عبارت کے ساتھ ٹائپ میں چھپوانا ہو گا، قلمی میں خراب ہو جاتا ہے۔

۶۔ ناموں اور غیر معروف لفظوں کو بہت صحت سے لکھوانا چاہیے۔

۷۔ کی، کے وغیرہ، تھے، چھے وغیرہ کو بھی زمانہ حال کے رسم الخط کے موافق لکھوانا چاہیے۔(1884ء ص:632)

مذکورہ بالا ہدایات رسائل جاری کرنے والوں کے لیے مستقل مشعل راہ کی حامل ہیں۔ جو مولانا آزاد کے تجربات ومشاہدات کا نچوڑ ہیں۔

مولانا محمد حسین آزاد کی انشانگاری کسی بھی شکل میں ہو، اپنے محاسن کے اعتبار سے بے مثال ہے۔ ان کی تحریر میں لفظوں کا دروبست پڑھنے والے کو انگشت بدنداں کر دیتا ہے۔ آزاد کی تحریر کا حسن پڑھنے والے کو اپنے طلسم میں جکڑ لیتا ہے۔ قاری لاکھ ہاتھ پاؤں مارے وہ آزاد کی انشائی سحر سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ مکاتیب محمد حسین آزاد اسی طلاکاری اور نقش و نگار کا عمدہ شاہکار ہیں۔ ان مکاتیب میں عرض مدعا بھی ہے، شکوے شکایت بھی ہیں، تلامذہ اور احباب کے محاسن کا تذکرہ بھی ہے، اندوہ رنج والم کا بیان بھی ہے، اولاد کی تعلیم و تربیت کا قصہ بھی ہے اور محمد ابراہیم، جنھیں وہ پیار سے " ابرو" کہتے تھے کے سر پر سہرا سجانے کا ارمان بھی ہے تا کہ آنے والی بہو (ذکیہ) گھر کا نظام سنبھالے اور آزادؔ کے گھر کا نظام بہتر انداز میں رواں دواں رہے۔ غالب نے کہا تھا:

ؔ ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

ؔ رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

ؔ ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

غالبؔ نے شاعری کے ساتھ ساتھ مکاتیب کی جو ایک جداگانہ طرح ڈالی وہ سب کے لیے خواہ وہ محمد حسین آزاد ہوں، سرسید ہوں، شبلی ہوں، حالی ہوں یا رفقائے سرسید، باعث تقلید بنی۔ مولانا ابو الکلام آزاد نے " غبار خاطر " کر ایک نیا اسلوب مکاتیب نگاری کا رائج کیا۔ لیکن غالبؔ کی مکاتیب نگاری کے بعد مولانا محمد حسین آزاد کے اسلوب خطوط نگاری کی داد نہ دینا قرین انصاف نہ ہو گا۔

آزدا کا ایک خط ملاحظہ ہو جو بنام کوتوال لاہور لکھا گیا ہے:

جناب کوتوال صاحب! کرم فرمائے نیاز منداں سلامت!

بعد از سلام نیاز آں کہ چند کتابیں کتب خانہ آزاد میں بہ اوقات مختلفہ چوری ہو گئی ہیں۔ اس امید پر کہ شاید کبھی نظر آجائیں اور سرکار میں گرفتا ہو سکیں، فہرست ارسال خدمت کرتا ہوں کہ دفتر سرکار میں امانت رہے۔ فقط

ا۔ ”لیلاوتی فارسی“: تقطیع متوسط، دیسی کاغذ، مدت دراز کی لکھی ہوئی ہے۔

۲۔ ”شاہ جہاں نامہ“: تقطیع متوسط، کشمیری کاغذ، خوش خط، چند ورق کسی اور مضمون کے ہیں

۳۔ ”دیوان شوکت“: متوسط سے ذرا چھوٹی تقطیع ہے اور اسی وضع اور تقطیع کا (دیوان) شوکت میرے پاس بھی موجود ہے۔

۴۔ "اطباق الذھب": چھوٹی تقطیع ہے، عربی خط، پرانی جلد

۵۔ "مجموعہ رسائل فقہ": متوسط تقطیع، انگریزی سفید نیا کاغذ، عربی خط، فقط چمڑے کی سرخ جلد، رنگ عمدہ، فقہ وعقائد کے

چھوٹے چھوٹے رسالے ہیں، چھاپہ طہران

۶۔ "تاریخ بہاول پور": متوسط تقطیع، متوسط خط ہے۔

۷۔ "آثار الصنادید": کا ایک باب پہلے چھاپے کا

۸۔ "کتاب علم کیمیا": انگریزی کاغذ پر، زبان عربی، کچھ نظم، کچھ نثر

۹۔ "شرح اصول کافی": تصنیف ملا صدرا، چھاپہ طہران

راقم آثم

محمد حسین آزاد

۵ مئی ۱۸۸۹ء(ص264۔ مکاتیب آزاد)

اس خط میں درج ان مخطوطات کے نام دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا آزاد کے کتب خانے میں کیسی کیسی اہم اور نادر کتابیں اور مخطوطات موجود تھے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مولانا آزاد کے یہ مخطوطات چوری ہوئے اور غالباً ضائع ہو گئے۔ جانے اس طرح کے کتنے مخطوطات اور کتابیں ضائع ہوئیں جو ہمارا قیمتی سرمایہ تھیں۔ شیخ عبد القادری بی۔ اے مکتوبات آزاد کی علمی و ادبی افادیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"گو یہ تعداد میں تھوڑے سے ہیں لیکن ان کے حالاتِ زندگی پر معقول روشنی پڑتی ہے اور ان کی تصانیف کے متعلق کئی ضروری واقعات سے اطلاع ہوتی ہے۔ مثلاً آج جو خط درج کیے جاتے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ دربار اکبری کے ساتھ اکبر اور اس کے مشہور امرا کی تصاویر کا ایک مرقع چھاپنے کا ارادہ تھا جس سے مولانا کی علالت نے ہم کو محروم کر دیا۔ یہ تصویریں مولوی صاحب نے نہایت تلاش سے بہم پہنچائی تھیں اور یقیناً اگر کتاب کے ساتھ چھپ سکتیں تو کتاب کا لطف دوبالا ہو جاتا۔ اِن خطوط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کو اپنا شغلِ تصنیف کتنا پیارا تھا اور اس کے مقابلے میں کسی عروج یا فائدے کو ہیچ سمجھتے تھے۔ ہائے! اگر زمانہ ایسے قابل کو کوئی دن اور کام کرنے دیتا اور ان کی حین حیات میں ملک کو ان کی خدمات سے محروم نہ کر دیتا تو اب تک ان کا قلمِ جادو رقم کیا کیا گلکاریاں کرتا"[14]

ان مکاتیب کے مطالعہ سے آزاد کے تقوی وورع اور گوناگوں علمی و تحقیقی دلچسپیوں اور مشاغل کے بارے میں بھی آگہی ملتی ہے۔ یہ مکاتیب معاصر عہد کے بارے میں نادر معلومات کا بیش بہا خزانہ رکھتے ہیں۔ آزاد کے انسان دوست رویوں کی نشاندہی ہوتی ہے اور مختلف معاملات پر آزاد کی اپنے معاصر احباب اور افسران سے خفگیوں کے بارے میں بھی پتا چلتا ہے۔ آزاد کو اپنی عملی زندگی میں جن مشکلات، رنج والم اور نامساعد حالات کا سامنا

[14] **مخزن**، لاہور (جلد 11، شمارہ 02/ مئی 1906ء)، 05۔

کرنا پڑا، جن کی بنا پر وہ ذہنی توازن کھو جانے کی اذیت کا شکار رہے، آزادؔ کی روحانی علوم سے دلچسپی اور ورود و وظائف کا بھی علم ہوتا ہے۔ آزادؔ نے ان خطوط میں دلّی کے روزمرہ، محاورات، تراکیب، مرکبات اور مروجہ اصطلاحات کو جس احسن انداز میں برتا ہے، اہل زبان کے جس عمدہ اسلوب کو صفحہ قرطاس پر منتقل کیا ہے وہ اردو داں طبقے خصوصاً اردو دانشوروں کے لیے مشعل راہ ہے۔ آزادؔ کے یہ خطوط معاصر تاریخ کا چشم دید مرقع ہیں۔ اس کی روشنی میں مکتوب الیہان کی سوانح اور علمی و ادبی کارنامے مرتب کیے جاسکتے ہیں، جو اردو کی ادبی تاریخ کے لیے باعث ثروت ہوں گے۔

☆☆☆